ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کی فضا۔ تجزیاتی مطالعہ

سارہ سرفراز
لیکچرار، شعبہ اُردو، کنئیر ڈ کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر الزبتھ شاد
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، کنئیر ڈ کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:
Ahmad Nadeem Qasmi from out of oblivion and provide the insight into fragments of his work Ahmad Nadeem Qasmi is a renowned writer. His short stories depicts bitter realities of the society. He highlights social evils of his time and of modern era, too. He focuses on the vanity and deceptive nature of people. He explores the generalization of the mentality of people. Social exclusion is a recurring theme in his short stories. He painted a true picture of Pakistani culture. His main idea of fiction writing is human being and humanity. The greatest characteristic of his stories is their variety. He had the courage to delve deep into the intricacies of the human mind.
This paper is an attempt to bring.

Key words: Short Stories, Fiction, Human Life, Pakistani Culture, Humanity

احمد ندیم قاسمی کا پہلا افسانہ "بدنصیب بت تراش" تھا جو مطبوعہ رسالہ "رومان میں 1936 میں شائع ہوا۔ یہ سال اردو ادب کی تاریخ میں دو حوالوں سے اہم گردانا جاتا ہے:

اول: ترقی پسند تحریک 1936 میں شروع ہوئی

دوم: پریم چند کا انتقال ہوا

احمد ندیم قاسمی نے جب افسانہ نگاری کا آغاز کیا تو افسانے کی روایت مضبوط و مستحکم تھی۔ پریم چند، سدرشن، اعظم کریوی، علی عباس حسینی، اوپندر ناتھ اشک ،راشد الخیری، حامد اللہ افسر، خواجہ حسن نظامی، حامد اللہ افسر میرٹھی اور سہیل عظیم آبادی، سجاد حیدر یلدرم، مجنوں گورکھپوری، نیاز فتح پوری، سلطان حیدر جوش، امتیاز علی تاج، نذر سجاد، ایم اسلم اور حکیم احمد شجاع وغیرہ نے افسانے میں حقیقت نگاری اور رومان پسندی کی بنیاد ڈال دی تھی۔ ادب برائے مقصد کا نعرہ بلند آواز سے گونجتا تھا۔ ترقی پسند رجحان غالب تھا ۔

احمد ندیم قاسمی نے لکھنے کی ابتدا میں آزادانہ رویہ اختیار کیا۔ مگر بعد میں ترقی پسند تحریک کے زیر اثر لکھنا شروع کیا۔ انھوں نے ترقی پسند تحریک افسانے کو ترقی دی مگر پریم چند کی حقیقت پسند افسانے کی روایت کو بھی مضبوطی سے تھامے رکھا۔ ان کی افسانہ نگاری کا اہم پہلو دیہات کے عام انسان کی زندگی کو قاری کے سامنے پیش کرنا تھا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ "چوپال" 1939 میں دارالاشاعت لاہور سے اشاعت پذیر ہوا ۔

ان کے افسانوں کے موضوعات متنوع ہیں اور زندگی کے تمام پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنی کہانیوں میں پریشان حال کسان کی آواز بنتے ہیں اور جاگیر دارانہ نظام کے خلاف نعرہ بھی۔ انسان کے جذبات کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ خوشی، غم، غصہ، بے بسی، مایوسی، امید، پیار، نفرت، حسد، قربانی، ظلم، فریب جیسی کیفیات سے لڑتے انسانوں کو لفظی پیکر میں سامنے لے کر آتے ہیں علاوہ ازیں فسادات، جنگیں، فاقہ کشی جیسی تلخ حقیقتوں پر بھی دکھی ہوتے ہیں مگر عشق کی خوبصورتی، احساس اور مناظر فطرت کی رعنائی سے بھی قاری کو محظوظ کرتے ہیں۔ زندگی کو ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں برتنے کے فن سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ خلیل الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں:

> "قاسمی کی افسانہ نگاری کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب انہوں نے اپنا معرکتہ الآراء افسانہ "ہیروشیما سے پہلے، ہیروشیما کے بعد" لکھا۔ دوسری جنگ عظیم پر شاید اتنا کامیاب افسانہ اردو میں کسی نے نہیں لکھا۔ اس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

افسانے میں بین الاقوامی شعور سے قطع نظر بے لاگ خارجیت اور حقیقت نگاری ہے۔ جو ان مسائل کی گہرائیوں میں لے جاتی ہے اور افسانہ اپنی حدود سے نکل کر ایک وسیع مفہوم اختیار کر لیتا ہے۔'' (1)

احمد ندیم قاسمی نے اپنی راہ خود ہموار کی۔ ان کی ذاتی پسند و ناپسند نے ان کا طرز تحریر تعمیر کیا مگر ترقی پسند تحریک کی گہری چھاپ ان کی تحریروں میں واضح ہے جس کی بدولت انہیں ترقی پسند افسانہ نگاروں میں شمار کیا جاسکتا ہے مگر ترقی پسند تحریک نے ان کی تخلیقات کو کوئی منفی رنگ عطا نہ کیا۔ افشاں ملک اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں:

''احمد ندیم قاسمی ایک اور معنی میں اپنے ہم عصروں میں امتیاز کا درجہ رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ جب ترقی پسند مارکسی یا اشتراکی نظریہ کو اپنا اوڑھونا بچھونا بنا کر پروپیگنڈائی ادب کی تخلیق کر رہے تھے۔ انہوں نے اس وقت بھی اس اشتہاری ادب کی تخلیق سے گریز کیا اور ترقی پسند تحریک کے وہ رجحانات اپنائے جو معاشرے میں قابل قبول تھے اور دینی اور اخلاقی قدروں کا احترام سکھاتے تھے۔ علاوہ ازیں مقصدیت کے پہلو پر زور دیتے ہوئے بھی افسانے کے فن کو مجروح نہیں ہونے دیا۔''(2)

وہ اُردو کے ان افسانہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے دیہی زندگی کے مغلوک الحال طبقے کو نظر انداز نہیں کیا اور ان کے استحصال کے حوالے سے کہانیاں تخلیق کیں۔ دیہی زندگی کے مسائل کو انھوں نے سب سے زیادہ اٹھایا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون ''حرف اول'' میں افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دیہی زندگی سے ہمارے ادب کا رشتہ ایک بار پھر کمزور پڑنے لگا ہے۔ منشی پریم چند نے اپنے افسانوں اور ناولوں میں دیہی زندگی کو ادب کے ساتھ شدت اور دیانتداری سے وابستہ کیا تھا۔ اس نے بعد میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی اور دیہی زندگی ہمارے شعر و ادب میں جھلکنے لگی مگر ابھی چند برس پہلے سے یہ رجحان پھر سے کمزور پڑنے لگا ہے اور خاص طور پر تجریدی اور علامتی افسانوں نے اس رجحان کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ یہ سارا ادب بیشتر فیشن ایبل ہے اور شہری زندگی، شہری مظاہر اور شہری روزمرہ سے باہر نہیں نکلتا۔ اکا دکا تخلیقات میں دیہی زندگی کے نقوش اب بھی مل جاتے ہیں، مگر میرا تاثر تو یہ ہے کہ دیہات کے معاشرے پر لکھتے ہوئے ہمارے اہل ادب کو کچھ شرم سی محسوس ہونے لگی ہے کہ وہ کہیں قدامت پسند نہ گردانے جائیں۔''(3)

پنجاب کے دیہاتوں کا احوال بیدی اور بلونت سنگھ کے ہاں بھی موجود ہے مگر احمد ندیم قاسمی کے دیہات کو ایک جداگانہ حیثیت حاصل ہے۔ ان کے ہاں دیہات کی فضا فطری ہے۔ ان کے دیہات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک عام میدانی دیہات اور دوم کوہستانی دیہات ۔ وہ جن کرداروں کا ذکر کرتے ہیں وہ مضبوط اعصاب کے مالک ہیں اور صحت مند بھی ہیں۔ وہ غیرت مند ہیں اور عزت نفس کا پاس رکھتے ہیں مگر معاشی اور اقتصادی اعتبار سے کمزور ہیں اور انھیں مدد، محبت اور ہمدردی درکار ہے۔ وہ دیہات کی منظر کشی میں مہارت رکھتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کو حائل مشکلات کا ذکر کرتے ہیں:

''بابا نور اب گاؤں سے نکل کر کھیتوں میں پہنچ گیا۔ پگڈنڈی مینڈ مینڈ جاتی ہوئی اچانک ہرے بھرے کھیتوں میں اتر جاتی تھی تو بابا نور کی رفتار میں بہت کمی آجاتی۔ وہ گندم کے نازک پودوں سے پاؤں، ہاتھ اور دامن کو بچاتا ہوا چلتا۔ اگر کسی مسافر کی بے احتیاطی سے کوئی پودا پگڈنڈی کے آر پار لپٹا ہوا ملتا تو بابا نور اُسے اٹھا کر دوسرے پودوں کے سینے سے لپٹا دیتا۔''(4)

احمد ندیم قاسمی نے پنجاب کے شمال مغربی علاقے کو اپنی کہانیوں کے لیے چنا۔ شمالی پنجاب سے انھیں خاص اُنسیت رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

''حقیقت یہ ہے کہ شمال مغربی پنجاب سے زیادہ میں نے دنیا کے کسی اور حصے کو اتنا گہرا مطالعہ نہیں کیا اور جہاں تک مجھے پنجاب کے دیگر اضلاع کو دیکھنے کا موقع ملا میں نے دیہاتی زندگی کے بنیادی اصولوں میں کوئی فرق نہیں پایا ہے۔ گاؤں میرے افسانوں کے لیے صرف پس منظر کا کام دیتا ہے اور اس میں رہنے بسنے والے انسان میرے کردار ہیں۔''(5)

ان کی کہانیوں کی تشکیل کے اجزائے ترکیبی میں انسان دوستی، انسانی زندگی کی قدروں کو محترم جاننا اور انسانیت کو ترقی کرتے دیکھنے کی چاہت موجود ہے۔ وہ اپنے فن کی بدولت قاری میں ان قدروں کا گہرا اور باشعور احساس اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ جمالیات پر بھی بہت زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ معاشرہ احساس حسن سے خالی ہو جائے تو انسانی ذہن میں پتھر اور کنکر بھر جائیں گے اس لیے ان کی تخلیقات میں حسن کاری واضع نظر آتی ہے۔ ان کے افسانے گنڈاسا کا ہیرو اپنی ہیبت ناکی کی وجہ سے پورے گاؤں میں مشہور ہوتا ہے مگر ''رجو'' کا حسن اس کے دل و دماغ پر ایسا اثر ڈالتا ہے کہ وہ اس کے حسن پر فریفتہ ہو جاتا ہے:

''رجو نے برتن اتار کر اس کے دہانے پر سے کپڑا کھولا تا کہ بڑھیا گھی سونگھ لے مگر وہ اندر چلی گئی تھی ترازو لینے اور مولا نے دیکھا کہ رجو کی کنپٹیوں پر سنہرے روئیں ہیں اور اس کی پلکیں یوں کمانوں کی طرح مری ہوئی ہیں جیسے اٹھیں گی تو اس کی بھنوں کو مس کر لیں گی اور ان پلکوں پر گرد کے ذرے ہیں اور اس کی ناک پر ننھے ننھے سوئی کی نوک کے سے قطرے چمک رہے ہیں اور نتھنوں میں کچھ ایسی کیفیت ہے جیسے گھی کے بجائے گلاب کے پھول سونگھ رہی ہے۔ اس کے اوپر کے ہونٹ کی نازک محراب پر بھی پسینہ ہے اور ٹھوری اور نچلے ہونٹ کے درمیان ایک تل ہے جو کچھ یوں اچٹا ہوا لگ رہا ہے جیسے پھونک مارنے سے اڑ جائے گا۔ کانوں میں چاندی کے بندے انگور کے خوشوں کی طرح لس لس کرتے ہوئے لرز رہے ہیں اور ان بندوں میں اس کے بالوں کی ایک لٹ بے طرح الجھی ہوئی ہے۔ مولے گنڈاسے والے کا جی چاہا کہ وہ بڑی نرمی سے اس لٹ کو چھڑا کر رجو کے کان کے پیچھے جما دے یا چھڑا کر یونہی چھوڑ دے یا اسے اپنی ہتھیلی پر پھیلا کر ایک ایک بال گننے لگے۔''(6)

احمد ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری میں بہت سے رنگ ملتے ہیں۔ ان کی تخلیقات ارتقاء کے عمل سے گزری ہیں۔ افسانہ ''دیہاتی ڈاکٹر'' میں انہوں نے گاؤں میں موجود ناقص طبّی سہولیات کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ افسانہ بوڑھا سپاہی میں وہ جنگ کی ہولناکیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کا یہ افسانہ قاری کو تکلیف اور بے بسی کی کیفیت میں مبتلا کر دیتا ہے:

''ایک دفعہ میں نے ایک سپاہی کے دل میں سنگین بھونک دی۔ وہ بیتاب ہو کر گرا اور بڑی مشکل سے اپنی جیب سے بھرے بھرے گالوں اور سنہرے گھونگریالے بالوں والی ایک خوبصورت بھولی بھالی لڑکی کی تصویر نکال کر اسے چوما، ہچکی لی اور مر گیا۔ ملک جی میں نے اس سپاہی کو اپنے ہاتھوں سے دفن کیا اور دفن کرتے ہوئے تصویر اس کے زخمی دل پر رکھ دی۔ کسی کو جان سے مار دینا ان دنوں ہمارا روز کا کھیل تھا۔ میں نے ان گنہگار ہاتھوں سے کئی سو آدمی جان سے مارے ہیں ملک جی لیکن اس سپاہی کو قتل کر کے مجھے محسوس ہوا کہ میرے زخم پل گئے ہیں۔ میں دنیا کا سب سے بڑا گنہگار ہوں۔''(7)

احمد ندیم قاسمی کے ابتدائی دور کے افسانوں کو پڑھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انھوں نے معاشرے کی ابتری، نچلے طبقے کے ان گنت مسائل، اُن کے ان کہے دکھ اور اُن کی بنیادی زندگی کی ضروریات کی طلب سے منسلک آرزوں کو اپنی تحریر پر منتقل کر دیا ہے۔ اُن کے افسانوں میں درد مندی اور احساس بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ صرف تخلیق کرنے کے فن سے ہی واقف نہیں تھے۔ وہ اپنے بہترین ناقد بھی تھے۔ اُن کی کہانیوں کی کیفیات بدلتی ہوئی اور بہتر ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آغاز میں تحریر کردہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

افسانے موضوع کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ جیسے جیسے وہ تخلیقی سفر میں آگے بڑھتے رہے انھوں نے کردار اور فکر پر بھی توجہ دینا شروع کر دی۔ احمد ندیم قاسمی کی تحریروں میں مقصدیت نمایاں تھی جو برقرار رہی مگر فکر کی پختگی نے کرداروں کو جاوداں کر دیا اور ان کی گرفت اپنے فن پر مزید مضبوط ہو گئی ۔

عمر کا ایک طویل حصہ شہر میں بسر کرنے کی بدولت وہ شہری زندگی کے مسائل، الجھنوں اور محرومیوں کا بیان بھی مہارت سے کرتے ہیں۔ اس حوالے سے انہوں نے بہت سارے افسانے لکھے۔ وہ اپنے افسانوی مجموعہ ''گرداب'' کے دیباچہ میں بتاتے ہیں :

> ''مجھے خیال آیا کہ دیہات کے معصوم فضا سے نکل کر جدید تہذیب و تمدن کے ان گہواروں کو دیکھوں جو گڑ گراتی ہوئی مشینوں اور گاڑھے اور بدبودار دھوئیں میں لپٹے ہوئے اُبھرے اور پھیلے جا رہے ہیں۔۔۔۔ یہاں کے مسائل الگ تھے۔۔۔ تکلف تھا، تصنع تھا، ریاکاری تھی اور ان کے ساتھ علم و فن کے چرچے تھے۔۔۔ مصفا چہروں کے پیچھے سماج کا پلیگ تعفن پھیلا رہا تھا اور لباس حریر کے نیچے سے زخمی روحیں بلک رہی تھیں! لیکن بہر حال یہاں بھی انسان ہی بستے تھے۔ میں نے یہاں جو کچھ دیکھا، جو کچھ سنا اور جو کچھ محسوس کیا وہ کہانیوں کی شکل میں پیش کر رہا ہوں (8)''۔

شہری زندگی کے مسائل پر تحریر کردہ ان کے افسانوں میں ''نمونہ'' اور ''عورت صاحبہ ''اور ''بارٹر'' شامل ہیں ۔احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں جنسی موضوعات کو بھی جگہ دی ہے اور جنسی ناآسودگی کے باعث سامنے آنے والے مسائل کو مہارت سے اپنی کہانیوں کا حصہ بنایا ہے۔ ''ماسی گل بانو'' میں ماسی کا کردار جنسی ناآسودگی کے سبب پیدا ہونے والی صورتحال کا نتیجہ ہے۔ ان کا ایک اور افسانہ ''کنجری'' بھی اس موضوع کی بہترین عکاسی کرتا ہے جہاں ایک ماں اور بیٹا جنسی فروشی کے پیشے سے منسلک ہوتے ہیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ جنس فروشی اختیار کرنے کا محرک ان کی غربت بنتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے کرداروں کو حقیقت پسندی کی طرز پر تراشا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ افلاس انسان سے بہت سارے سمجھوتے کروانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ان کا افسانہ ''رئیس خانہ'' بھی اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے کرداروں کے بنُت پر خاص توجہ دی ہے اور ان کی فطری عکاسی کی پوری کوشش کی ہے۔ ان کے کردار محدود نہیں ہیں۔ وہ اچھا، بُرا، سادہ، عیار، نیک، گنہگار غرضیکہ ہر طرح کا کردار تشکیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ایک بڑھیا نفسیات دان کی طرح ان کی ذہنی کیفیت کو سامنے لیکر آتے ہیں۔ اُن کے کردار باشعور اور عقلمند ہیں ۔ ہر حساس فنکار کی طرح تقسیم کا واقعہ احمد ندیم قاسمی کے لیے بھی بہت سفاک ثابت ہوا اور یوں انسانی عظمت کی پامالی، ہجرت کی سنگینی اور انسانی جان کے ضیاع نے اُنھیں بہت زیادہ متاثر کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''انسانی دل کی دھڑکن دنیا کے ہر حصہ میں یکساں ہے۔ دُکھ سکھ کا قانون ہندوستان کے دیگر حصوں اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی وہی ہے جو ان دیہات میں رائج ہے۔''(9)

وہ مہاجرین کو حائل مشکلات اور تکلیفوں کا بھی تفصیلی بیان دیتے ہیں۔ ہجرت کے المیے کو پوری جزئیات کے ساتھ تحریر کرتے ہوئے وہ قاری کو اُس دور کی آزمائش اور سفاکیت سے ملواتے ہیں اور مایوس، خوف زدہ اور ہارے ہوئے انسانوں کی تصویریں قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پیدا ہونے والے مسائل بھی ان کی افسانہ نگاری کا اہم حصہ ہیں۔ انھوں نے مہاجرین کی زندگی کے المناک پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور انسان دوستی کا درس دیا۔ وہ ظلم اور ناانصافی کی بدولت قاری کے دل میں ہمدردی پیدا کرتے ہیں۔ زندگی کے مثبت پہلوؤں تک رسائی حاصل کرنے کے لیے وہ زندگی کی منفی حقیقتوں سے گزرتے ہیں اور برائی میں سے بھلائی پیدا کر لیتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری میں ماؤں کے کردار بھی نظر آتے ہیں جو اپنے بچوں سے بے تحاشا محبت کرتی ہیں۔ وہ اُن کی ذات کے محور ہیں اور ان کو ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لئے وہ جان کی بازی بھی لگا دیتی ہیں۔ ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن بچوں کے لبادے میں مصنف خود موجود ہیں اور ان کی یتیمی اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

محرومیوں میں احمد ندیم قاسمی کے بچپن کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں توانا ہیں اور قاری پر اپنی گہری چھاپ چھوڑتی ہیں۔ماں کی محبت اور جذبہ ایثار سے بھرپور افسانوں میں ''ننھے نے سلیٹ خریدی''۔''پاؤں کا کانٹا''۔''مامتا''۔''ماں''۔''ننھا منجھی''۔''خربوزے''۔''سلطان'' ۔''آتش گل'' ۔''نیلا پتھر'' وغیرہ اہم ہیں ۔

بچوں کی نفسیات کو احمد ندیم قاسمی بڑی ہنر مندی سے کہانیوں کی شکل میں تبدیل کر دیتے ہیں۔وہ ان کی خواہشات، محرومیوں، فکروں اور معصومیت سے واقف ہیں۔کم عمر میں یتیمی کا دکھ اُنھیں اس ضمن میں مزید حساس بنا دیتا ہے۔اُن کے افسانوں کے بچے تحفظ کے لئے فکر مند رہتے ہیں اور زندگی کی بے ثباتی انہیں پریشانی میں مبتلا رکھتی ہے۔وہ جب کسی بچے کا کردار تخلیق کرتے ہیں اس میں لاشعوری طور پر وہ خود موجود ہوتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ وہ ان تمام کیفیات سے گزر چکے ہیں۔اُن کے افسانہ ''چور'' کے لیے فتح محمد ملک اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہیں:

> ''یوں سارے گاؤں میں راجہ اللہ نواز کی فیاضی اور خدا ترسی کی دھوم مچ گئی۔رحمان کو اس مشقت کے بدلے سر چھپانے کو ایک اصطبل میسر آ گیا۔راجہ اللہ نواز کے خاندان میں رزق کی فراوانی اور آس پاس کے گھروں میں بنیادی انسانی ضروریات زندگی کی شدید قلت یا نایابی کے مشاہدات رفتہ رفتہ رحمان کے فرشتوں جیسے معصوم دل و دماغ میں غربت اور نیکی کی، اخلاقی اقدار اور مادی احتیاج کے درمیان شدید کشمکش برپا کر دیتے ہیں ۔''(10)

راجہ اللہ نواز کے ایک شاطر جاگیر دار ہے جس نے ایک یتیم بچے کی بے بسی کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اسے اپنے گھر رہنے کے لیے جگہ فراہم کی مگر اس کے عوض جو ظلم اور بُرا سلوک وہ اس یتیم بچے کے ساتھ کرتا تھا وہ کسی کے سامنے نہ آئے۔لوگ اسے دعائیں دیتے اور سخی اور ہمدرد سمجھ کر اس کے گُن گاتے لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔''رحمان'' کہانی کا بنیادی کردار ہے جو اس صورتحال سے آشنا ہے اور طبقاتی کشمکش اور پیسے کی غیر مساوی تقسیم کی بدولت شدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہے۔لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا۔حالات کا بدلاؤ اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔افسانہ احمد ندیم قاسمی کو ایک بڑے فنکار کے طور پر قاری کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے ۔''محبت'' کا موضوع بھی احمد ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری میں غالب نظر آتا ہے:

> ''وہ انسان کا سب سے بڑا حسن محبت قرار دیتے ہیں۔ان کی کہانیوں کے کردار اس جذبے سے سرشار ہیں۔ندیم قاسمی کے یہاں عشق ماورائی نہیں ہے حقیقی اور عارضی ہے اور عشقیہ جذبات کی عکاسی ہمیشہ سماجی محرکات کے تانے بانے سے ہی متاثر ہوتی ہے۔خالص رومانی محبت ان کے یہاں ذرا کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے نیز زندگی کے دیگر مطالبات اور ذمہ داریاں بھی عشق کے پہلو بہ پہلو نمودار ہوتی رہتی ہیں ۔''(11)

"وہ جا چکی تھی'' ۔''عالاں'' ۔''آتش گل'' ۔''بے گناہ'' ۔''جن وانس''۔''پہاڑوں کی برف'' جیسے افسانے اس سلسلے کی خوبصورت کڑیاں ہیں۔وہ محبت کے جذبے کے ساتھ ساتھ اُن جذبات کو بھی کہانی کا حصہ بناتے ہیں جو محبت سے منسلک ہیں۔ان کے افسانوں میں ایسے کردار بھی ہیں جو بے وفا ہیں اور ایسے بھی جو جذبہ قربانی سے لبریز ہیں لیکن ان کا بنیادی جذبہ محبت ہے جس کی آگے سارے جذبے ہار جاتے ہیں۔محبت سے بنے ہوئے ان کے سارے لوگ نڈر ہیں۔وہ معاشرے سے ٹکرا جانے کی ہمت رکھتے ہیں۔اگر یہ کہا جائے کہ وہ باغی ہیں تو غلط نہ ہوگا۔وہ معاشرتی نظام کے خلاف آواز اٹھانے کی سکت رکھتے ہیں اور غلط روایات کے خلاف غم و غصے کا اظہار بھی کرتے ہیں ۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں ہماری ملاقات ایسی عورتوں سے بھی ہوتی ہیں جو مظلوم ہیں۔وہ عورت کا بے حد احترام کرتے ہیں اور اس کی تقدس کی پامالی انہیں تکلیف پہنچاتی ہے۔اُس کو معاشرے میں اس کا مقام دلوانے کے لیے انھوں نے کئی شہ پارے تخلیق کیے ہیں جس میں وہ ان کے حقوق کی بات کرتے ہیں اور عورت پر ہونے والے ظلم کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں۔وہ ہر دور کی عورت کے مصائب بیان کرتے ہیں۔عورت کا استحصال ان کا ایک اہم موضوع ہے۔''ایک عورت اور تین کہانیاں '' اور ''بین'' ان کے قابل ذکر افسانے ہیں۔وہ صداقت اور دردانگیزی سے بچیوں کو درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہیں ۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

''بین'' کی تحریر اسلامی معاشرے کے ایک ایسے جُز کو قاری کے سامنے لے کر آتی ہے جس سے وہ واقف ضرور ہے مگر خاموش ہے۔ یہ پیری مریدی اور درگاہی ماحول کے اس منفی رخ سے چادر ہٹاتا ہے جو بہت گھناونا ہے۔ درگاہ کا سجادہ نشین افسانے کے مرکزی کردار ''رانو'' کے ساتھ بہت برا سلوک کرتا ہے۔ اس عریاں سچائی کو احمد ندیم قاسمی نے بہت مہارت کے ساتھ لفظوں کا قالب عطا کیا ہے۔ افسانے میں صداقت کا گہرا رنگ بہت نمایاں ہے۔

اپنے افسانہ ''عاجز بندہ'' میں وہ ''میاں حنیف'' کے کردار کی تشکیل کی بدولت ایک ایسے انسان کا حال پیش کرتے ہیں جو مسلم معاشرے کے اس طبقے سے تعلق رکھتا ہے جو ہر فعل کے لئے صبر، بھروسے، راضی برضا اور اللہ کو جیسے منظور جیسے لفظ سُن سُن کر خود ناکارہ اور بالکل بے عمل بن جاتا ہے۔ اس کے لیے ہر تباہی کی ذمہ داری بھی صبر شکر کے ساتھ برداشت کرنا ضروری ہے۔ نچلے متوسط اور غیر تعلیم یافتہ اسلامی معاشرے میں ایسے بہت سارے لوگ موجود ہیں۔ معاشرے میں رائج اندھے عقائد اور پرانے توہمات پر بھی وہ گہری چوٹ کرتے ہیں۔ اور اس حوالے سے بیباک ہو کر اپنا نظریہ قاری کے آگے لکھتے ہیں۔ اُن کا افسانہ ''کوہ پیما'' ایک ایسے گاؤں کی داستان ہے جہاں کے باسی توہم پرست ہیں۔ جنات پر ان کا یقین اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ روز مرہ کی زندگی بسر کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ تمام حالات سے تنگ آ کر، کہانی کا ایک بہادر کردار سچ کی کھوج کی غرض سے اپنے گاؤں سے دوسرے گاؤں تک کا رخت سفر باندھتا ہے اور جنات کے حوالے سے اپنے گاؤں کے لوگوں کے واہموں کو دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے علامتی افسانے بھی تحریر کیے ہیں۔ اُن کا مقبول افسانہ ''لارنس آف تھلیبیا'' ہے جو طاقت ور اور کمزور طبقوں کی کہانی ہے۔ طاقت ور طبقے کے کردار کو ''باز'' کا نام دیا گیا ہے اور پسماندہ طبقے کو ''لالی'' کے کردار کی بدولت تشکیل کیا گیا ہے۔ افسانہ پُر تاثیر ہے۔ کہانی طاقت ور اور پیسے والے لوگوں کے سنگدل رویوں کو سامنے لے کر آتی ہے۔ ''لارنس آف تھیلیبیا '' خدا بخش کے اُس باز کا نام ہے جو اُس نے پال رکھا ہے اور وہ چھوٹی چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس میں استحصال زدہ لوگوں کی مغلوک الحالی کو اثر انگیز بتا کر پیش کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے دیگر علامتی افسانوں میں ''گڑیا'' اور ''بڑ کا درخت'' وغیرہ شامل ہیں ۔

نیم دیوانے کردار تخلیق کرنے کے لئے بہت مہارت درکار ہوتی ہے۔ ایسے کردار قاری کو بے چین کر دیتے ہیں اور اگر مصنف ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ اُس کے فن پارے کی جیت ہے۔ وہ اُن محرکات کو بھی کہانی کا حصہ بناتے ہیں جو لوگوں کی نفسیاتی گرہوں کا باعث بنتے ہیں۔ ''بابانور'' -''وحشی''-''ماسی گل بانو''- اور ''کپاس کا پھول'' وغیرہ میں نیم وحشی کردار مرکزی حیثیت رکھتے ہیں جن کو بہت باریک بینی سے تخلیق کیا گیا ہے۔ گل بانو کی دماغی حالت اس کے جنسی گھٹن کی وجہ سے ہوتی ہے مگر گاؤں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس پر جنات کا اثر ہے اسی طرح بابانور اپنے بیٹے کے انتقال کی اطلاع سن کر اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے۔ ڈاکٹر قمر رئیس کے مطابق:

> ''ایک فنکار کی حیثیت سے ندیم کی بڑائی اور کمال کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ اس کے بیشتر افسانوں کی بنیاد کوئی نفسیاتی گرہ ہوتی ہے جیسے وہ انسانی سیرت کے نہاں خانوں میں بڑی ہنر بندی اور ژرف بینی سے دیکھتا، اس کا تجزیہ کرتا اور آخر میں کھولتا ہے، لیکن اس نفسیاتی حقیقت کے گرد جو عام ذہنی اور سماجی فضا ہوتی ہے اس نفسیاتی گرہ کے کھلنے سے اکثر اس کا طلسم بھی کھل جاتا ہے۔ یہی ندیم کے فن کا منفرد انداز ہے جو اسے دوسرے افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتا ہے ۔''(12)

وہ بہت احتیاط سے ایسے کرداروں کو قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پڑھنے والا ایک باشعور احساس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ داخلی اور خارجی کیفیات کے ساتھ ساتھ نفسیاتی الجھنوں کو شدت اور تاثر سے بھر دیتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی ایک بہترین شاعر بھی ہیں۔ اس لیے شاعرانہ رنگ اُن کے افسانوں میں جابجا بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ خوبصورتی اور حسن کے رسیا ہیں اور اس کے نمونے اُن کے افسانوں میں موجود ہیں۔ وہ فطرت سے بھی بہت محبت کرتے ہیں۔ قدرتی مناظر، چاند، سورج، آسمان، رنگ، کھیت، جھیلیں، پھول، پہاڑ اور بادل وغیرہ کا ذکر وہ اس دلکش منظر کشی کے ساتھ کرتے ہیں کہ قاری حیران ہو جاتا ہے اور اُس کا دل چاہتا ہے کہ وہ خود بھی ان مناظر فطرت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

سے لطف اندوز ہو سکے۔ فطرت کا حسن اُن کے فن کی تکمیل بھی کرتا ہے اور ان کو قوت متخیلہ عطا کرنے کا باعث بھی بنتا ہے۔ وہ آنکھوں کو انسانی جسم کا سب سے بلیغ حصہ شمار کرتے ہیں۔ اُن کے مطابق آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں اور وہ انسان کی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہیں :

''اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔ صرف اُس کی آنکھیں بولتی رہیں ۔ وہ کنپٹیوں کو چھوتی ہوئی لمبی، کالی سوچتی ہوئی آنکھیں جو کسی ملکہ کے چہرے پر ہوتیں تو سلطنت کی تقدیر بن جاتیں۔''(13)

وہ مناظر فطرت کی مصوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں :

''بادلوں کے دو چار گول گول ٹکڑے مشرقی پربت پر منڈلا رہے تھے اُبھرتے ہوئے سورج کی لرزتی ہوئی کرنوں سے ان پر لحہ لحہ گلابیاں دوڑی جا رہی تھیں اور ان کے برعکس خاموش وادی پر ارغوانی پردے سے پھیل رہے تھے۔''(14)

احمد ندیم قاسمی کی افسانہ نگاری پر کہیں بھی جمود نظر نہیں آتا۔ وہ اپنے فن پر مکمل گرفت رکھتے ہیں۔ اُن کے افسانوں میں ایک ارتقا ہے۔ وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بہت خوبصورتی سے قاری کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اُن کے افسانوں میں ایک توازن ہے۔ وہ ایک حقیقی تخلیق کار ہیں۔ اُن کی انفرادیت، اُن کی فکر مندی اُن کی کہانیوں میں بُنی ہوئی ہے۔ وہ عمر کے آخری حصے تک افسانے تحریر کرتے رہے جو اُن کی افسانہ نگاری کے نقطہ کمال کا ثبوت ہے اور انھیں قدآور افسانہ نگاروں کی صف اول میں لا کر کھڑا کرتا ہے ۔

حوالہ جات

1۔ خلیل الرحمن اعظمی، اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاوس، 2002، ص:200
2۔ افشاں ملک، افسانہ نگار احمد ندیم قاسمی (آثار و افکار)، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2007، ص:258
3۔ ماہنامہ کتاب نما، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی: حرفِ اول، شمارہ نومبر، 2002، ص:11
4۔ مجموعہ احمد ندیم قاسمی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008، ص:294
5۔ نند کشور وکرم (مرتب)، احمد ندیم قاسمی نمبر، دہلی: عالمی اردو ادب، 1996، ص:127۔128
6۔ مجموعہ احمد ندیم قاسمی ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2008ص:749
7۔ ایضاً، ص:750
8۔ دیپاچہ افسانوی مجموعہ، گرداب، دکن حیدر آباد: ادارہ اشاعت اردو، 1943، ص:ن
9۔ نند کشور وکرم (مرتب)، احمد ندیم قاسمی نمبر، دہلی: عالمی اردو نمبر، 1996، ص:128
10۔ احمد ندیم قاسمی، شاعر اور افسانہ نگار، فتح محمد ملک، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2007، ص:161
11۔ افشاں ملک، افسانہ نگار اور احمد ندیم قاسمی (آثار و افکار)، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2007، ص:145
12۔ نند کشور وکرم (مرتب)، احمد ندیم قاسمی نمبر، دہلی: عالمی اردو نمبر، 1996، ص:98
13۔ مجموعہ احمد ندیم قاسمی ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2018، ص:205
14۔ ایضاً، ص:619